مجید امجد کی شاعری کا فکری وفنّی جائزہ

ڈاکٹر صدف نقوی

Dr. Sadaf Naqvi

Department of Urdu,

Govt. College University For Women, Faisalabad.

Abstract:

Majeed Amjad was basically a poem writer . He filled his thoughts in all aspects of life general and enlived it forever. He is an architect of loneliness and dessertness. His whole poetry is reflectant of innumerable natural phenomena. His poetry seems to settle in inner-self. Though he manifested less in Ghazal yet this low profile enlighten the arch of evolutionary thoughts and with this the kingdom of Urdu Poetry will always remained glorify.

بیسویں صدی کے انتہائی منفرد اور اہم شاعر عبدالمجید امجد تھے۔ وہ نہایت وسیع المطالعہ شخص تھے۔ فارسی، انگریزی، عربی، ہندی اور پنجابی زبان سے اچھی طرح واقف تھے۔ شاعری کے ساتھ شروع سے ہی لگاؤ تھا۔ اُن کے کلام میں موضوعات کی بوقلمونی کے ساتھ ہیت کا تنوع بھی نظر آتا ہے۔ اُن کی شاعری میں فکر اور جذبے کی گہرائی موجود ہے۔ اُن کی پوری شاعری پر وقت کا احساس حاوی نظر آتا ہے۔ ان کی نظموں میں لمحۂ حال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تاہم زندگی، جبر، ازل، ابد، تہذیب، خدا، انسان، فطرت اور معاشرتی وسماجی موضوعات کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ عامر سہیل لکھتے ہیں:

''مجید امجد کثیر الجہتی افکار کا حامل شاعر ہے۔''(۱)

مجید امجد نے نظم اور غزل دونوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ بلال زبیری مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ:

''جدید اُردو غزل میں فلسفہ اور فن کے امام مانے جاتے ہیں۔''(۲)

انھوں نے اُردو غزل کو ایک نئی سوچ اور نئے لب ولہجے سے آشنا کیا کائنات کی وسعتوں میں پھیلے موضوعات کو جس جدت سے مجید نے پیش کیا ہے وہ خاص انہی سے عبارت ہے:

شاید اِک بھولی تمنا ، مٹتے مٹتے جی اُٹھے
اور ابھی اس جلوہ زارِ رنگ و بو میں گھومیے (۳)

مجید امجد کی غزل کا موضوع زندگی کے سب رنگ ہیں غزلیہ سرمایہ اگرچہ کم ہے لیکن وہ فنی خوبیوں سے مالا مال ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''اُس کی نوا میں دِل شکستگی اور نا تمامی کی خلش ہر جگہ ہے۔ وہ تنہائیوں اور بیابانی کیفیتوں کا مصوّر رہے۔مگر کائنات کی ظاہری سطح سے ذرا نیچے جو عجائب وغرائب وطلسمات موجود ہیں۔ اُن کا انکشاف بھی اُس کی خصوصیت ہے۔ اُس کی شاعری تمدّن کے بازاروں سے دور اُس زندگی کی راز دار ہے جو بہت سادہ ومعصوم ہے۔''(۴)

مجید امجد کی شاعری روزمرہ زندگی کی حقیقی تصویر کی عکاس ہے۔گلیاں، بازار، کھیت، پگڈنڈیاں، درخت، چڑیاں، کنواں غرضیکہ اُس کی پوری شاعری کا منظر نامہ لاتعداد انسانی فطرت اور کائنات کے اُن گنت مظاہر سے عبارت ہے۔اُن کی نظموں کی چند مثالیں دیکھیے:

اے ری چڑیا
جانے اِس روزن میں بیٹھے بیٹھے
تو کس دھیان میں تیری، چڑیا، اے ری چڑیا
بیٹھے بیٹھے تو نے کتنی لاج سے دیکھا
پیتل کے اُس اِک تل کو جو تیری ناک میں ہے
اپنی پت پر یوں مت ریجھ، خبر ہے، باہر
اِک اِک ڈائین آنکھ کی پتلی تیری تاک میں ہے
تجھ کو یوں چمکارنے والوں میں ہے
اِک جگ تیرا بیری، چڑیا، اے ری چڑیا(۵)

مجید امجد کی نظموں میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مظاہر نظر آتے ہیں ابتدائی نظمیں منظر نگاری سے زیادہ قریب ہے ابتدائی دور کی چند نظمیں دیکھیے:

چمکتی کار فراٹے سے گزری
غبارِ راہ کروٹ بدلی، جاگا
اُٹھا اک دو قدم تک ساتھ بھاگا
پیاپے ٹھوکروں کا یہ تسلسل(٦)

زندگی کے ساتھ ان کا تعلق جذباتی قسم کا نظر آتا ہے ان کی نظم کا بند دیکھیے:

ابد کے سمندر کی اک موج
جس میں میری زندگی کا کنول تیرتا ہے
کسی اَن سُنی دائمی راگنی کی کوئی تان،
آزردہ، آوارہ، برباد
جو دم بھر کو آ کر برباد میری میری الجھی الجھی سی سانسوں کی سنگیت میں ڈھل گئی ہے
زمانے کی پھیلی ہوئی بیکراں وسعتوں میں یہ دو چار لمحوں کی معیاد
طلوع وغروب مہ ومہر کے جاودانی تسلسل کی دو چار کڑیاں
یہ کچھ تھرتھراتے اُجالوں کا رومان، یہ کچھ سنناتے اندھیروں کا قصہ(۷)

مجید امجد کو اپنے وطن کی ہر شئے سے لگاؤ ہے۔ یہی محبت اُن کی نظم ''ہری بھری فصلو'' میں جھلکتی ہے:

ہری بھری فصلو
جگ جگ جیو، پھلو
ہم تو ہیں بس دو گھڑیوں کو اِس جگ میں مہماں
تم سے ہے اِس دیس کی شوبھا، اِس دھرتی کا مان
دیس بھی ایسا دیس کہ جس کے سینے کے ارکان
آنے والی مست رتوں کے ہونٹوں پر مسکان
جھکتے ڈنٹھل، پکتے بالے، دھوپ رچے کھلیان
ایک ایک گھروندا خوشیوں سے بھرپور جہان
شہر شہر اور بستی بستی جیون سنگ بسو!
دامن دامن، پلو پلو، جھولی جھولی ہنسو!
چندن روپ سجو!
ہری بھری فصلو!
جُگ جُگ جیو پھلو!(۸)

مجید امجد نے اپنے نظریے کو کسی مخصوص تحریک سے وابستہ نہیں کیا۔ اُن کی مشاہداتی قوت، ترفع تخیل اور عصری آگہی نے ہی اُن کی شاعری کی شکل متعین کی ہے نظموں میں اکثر جگہ وہ ماضی سے رشتہ استوار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہنہ یادوں کو فراموش نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک یاد ہی انسان کی پہچان ہے۔ انسان کی جڑ ہے۔ رفیق سندھیلوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''مجید امجد یادوں کی نقل وحمل کا شاعر ہے یاد کی کمند پھینک کر وقت کی بالائی

چھتوں تک رسائی حاصل کر لینا اُس کا محبوب مشغلہ ہے۔'' (۹)

مجید امجد کی شاعری میں ہیت کے جتنے تجربات نظر آتے ہیں۔ وہ کسی اور شاعر کے ہاں کم ہی ہوں گے۔ لہٰذا اُن کے نزدیک پوری زندگی کی کوشش پیہم ''سوچتے دن اور جاگتی راتوں'' کا مقصد صرف اور صرف اظہار کی حسرت ہے۔ یعنی اُن کا اصل مسئلہ اظہار ہے۔ مجید امجد کے لیے زندگی کا ہر لمحہ انوکھے اور منفرد اظہار کا متقاضی ہے۔ وہ عملِ خیر کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لیے شعر لکھتے ہیں۔ اُن کا مشاہدہ بے حد وسیع ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجید امجد مرحوم ہی ایک ایسے شاعر ہیں۔ جن کے ہاں کائنات کے ہر موضوع پر فکر و فلسفہ، شاعری اور رنگین بیانی کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ اس لحاظ سے جدید ترین دور کا نمائندہ ترین شاعر مجید امجد ہی ہے۔'' (۱۰)

مجید امجد کے ہاں نئے تشبیہات و استعارات اور علامات کا استعمال ملتا ہے۔ اُن کا کلام ادب کے قیمتی شہ پاروں میں ایک اہم اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ مرگ و زیست کے درمیان تمام موضوعات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ اُن کے ہاں خلوص اور صداقت ہے جو ان کے سچے شعری اظہار سے ظاہر ہے۔

مجید امجد بنیادی طور پر نظم گو شاعر ہیں۔ انھوں نے آزاد اور پابند ہر طرح کی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ انھوں نے زندگی کے عمومی پہلوؤں کو لے کر اُن میں اپنی فکر کا رنگ بھر کر اُن کو آفاقی کر دیا ہے وہ اقبالؔ اور حالیؔ کو اِس لیے پسند کرتے ہیں کیونکہ اُن کی شاعری رموزِ حیات کی ترجمان ہے۔ اُن کی نظم ''اقبال'' کے چند اشعار دیکھیے:

اقبال! کیوں نہ تجھ کو کہیں شاعرِ حیات
ہے تیرا قلب محرمِ اسرارِ کائنات
بھولے ہوؤں کو تو نے دیا درسِ زندگی
زیبا ہے گر کہیں تجھے خضرِ رہِ حیات (۱۱)

مولانا الطاف حسین حالیؔ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

وہی حالی جو اذکار و نصیحت کے لیے آیا
وہی حالی جو ارشاد و ہدایت کے لیے آیا
وہی شاعر کہ جس نے شعر کی طرزِ کہن بدلی
وہی ناقو جو تبلیغِ صداقت کے لیے آیا (۱۲)

مجید امجد کی شاعری میں صوتی آہنگ نظر آتا ہے انھوں نے عروضی پیمانوں کو نئے طریقوں سے آزمایا ہے۔ مجید امجد کے ہاں شکستہ دِلی کا احساس نظم آتا ہے۔ وہ بھری دنیا میں خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید اِس بارے میں لکھتے ہیں:

''مجید امجد سکوتِ سخن جو کا شاعر تھا...... بظاہر مجید امجد کی شاعری پر اُداسی کی ایک دبیز تہہ جمی ہوئی ہے۔لیکن جونہی مادے کا بوجھ ہٹ جاتا ہے تو وہ اپنا رشتہ ماورا سے قائم کر لیتے ہیں اور یوں اُن کے ہاں کائناتی شعور بیدار ہو جاتا ہے۔'' (۱۳)

مجید امجد کی شاعری باطن میں اُترتی محسوس ہوتی ہے اُن کے ہاں علامتیں نیا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔نظم ہو یا غزل مجید امجد دونوں میں اپنی شعری کائنات تخلیق کرتے ہیں۔ڈاکٹر طاہر تونسوی مجید امجد کو''سوچ کی بےحرف لو کا شاعر'' قرار دیتے ہوئے اُن کی نظم اور غزل کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجید امجد واقعی اُردو نظم کا بہت بڑا شاعر ہے اور اُس کے سامنے بہت سے قدآور شاعر بھی بونے دکھائی دینے لگتے ہیں...... اُس کا غزل کا سرمایہ کم ہے۔ اتنے کم غزلیہ سرمائے کے باوجود جو موتی اُس نے اُردو غزل کے دامن میں ڈال دیے ہیں۔اُن کی درخشندگی اور چمک کبھی بھی زنگ آلود نہیں ہو سکتی۔'' (۱۴)

مجید امجد کے یہ اشعار دیکھیے:

بیس برس سے کھڑے تھے جو اُس گاتی نہر کے دوار
جھومتے کھیتوں کی سرحد پر ، بانکے پہرے دار
گھنے ، سہانے ، چھاؤں چھڑکتے ، بور لدے چھتنار
بیس ہزار میں بک گے سارے ہرے بھرے اشجار (۱۵)

یادیں اور خواب ہر انسان کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔مجید امجد کے ہاں یاد کبھی ذہن کی سطح پر لڑھکتے نقش کی مانند ہے۔کبھی زخم اور داغ کی صورت، کبھی عکس کی طرح ہے۔اُن کے ہاں اَن دیکھے چہروں کے سینکڑوں خاکے اُبھرتے ہیں۔اُن کے ہاں یادیں اور خواب ایسے قید خانے ہیں۔جن سے ایک لمحے کے لیے بھی چھٹکارا نہیں ہے۔مجید امجد کے ہاں یادوں کا دریچہ دیکھیے:

ایک اُجلا سا کانپتا دھبّا
ذہن کی سطح پر لڑھکتا ہوا
نقش جس میں کبھی سمٹ آئی
لاکھ یادوں کی مست انگڑائی
عکس اَن دیکھا عکس تیرتا ہے
آنسوؤں کی روانیوں میں رواں
روح کی شورشوں میں سایہ کناں
ذہن کی سطح پر لڑھکتا ہوا (۱۶)

مجید امجد کے ہاں یادیں انسان کی پہچان ہیں۔اُس کی جڑیں ہیں اور انسان جڑوں کے

سہارے ہی اپنی شناخت قائم رکھتا ہے۔صفدر سلیم سیال کے ہاں بھی یادیں زندگی کی علامت ہے۔ان کی شاعری فطرت کے قریب سادہ و معصوم زندگی کی عکاس ہے اور یہی اُس کی ہمیشگی کی راز دار ہے۔ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ لکھتے ہیں:

> ''مجید امجد نے اپنے تن کا ماس گلا کر، اور آنکھوں کا تیل جلا کر شعورِ فکر کی جو مشعل روشن کی ہے۔اِس سے اُردو شاعری کے ایوان ہمیشہ روشن رہیں گے۔''(۱۷)

مجید امجد جدید اُردو شاعری میں ممتاز و منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔اُنھوں نے نظمِ جدید کے فکری آفاق کو وسعت دی۔اُنھوں نے نئے تخلیقی تجربے کو تاریخی انسان کے وجودی ثمرات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ایسا جہانِ معنی تخلیق کیا ہے۔جس کی بے کراں وسعتوں سے اُردو شاعری واقف نہ تھی۔انھوں نے شاعری میں کھوکھلے پن کی بجائے نئے تجربے اور نئے رجحان کو فروغ دیا۔عامر سہیل مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''مجید امجد کا وسیع تخیلاتی ذہن، دقیق مطالعہ اور زبان پر مکمل عبور اُسے مستقبل کی پیش نہیں کرنے پر اُکساتے ہیں۔مجید امجد اُردو شاعری کی وہ مقبول ہستی ہے جس نے اکیسویں صدی کے ادبی تقاضوں کو نہ صرف سمجھا ہے بلکہ اپنی شاعری کو اِن تقاضوں کے مطابق ڈھالا بھی ہے۔''(۱۸)

مجید امجد اُردو شاعری کا وہ روشن ستارہ ہے جس کی تابنا کی میں وقت کے ساتھ اور اضافہ ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ عامر سہیل، سید، مجید امجد، بیاض آرزو بکف، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۵ء ص:٦٧

۲۔ بلال زبیری، تاریخِ جھنگ، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۷٦ء، ص:۴۷۸

۳۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، مرتبہ: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۳۰۳

۴۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، شب رفتہ، مشمولہ: مجید امجد ایک مطالعہ، مرتب: حکمت ادیب: جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۹۴ء، ص:۱۸۷

۵۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، مرتبہ: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۴۹۸

٦۔ ایضاً، ص:۲٦

۷۔ ایضاً، ص:۱۸۵

۸۔ ایضاً، ص:۲۵۱

۹۔ رفیق سندھیلوی، شبِ رفتہ کا ایک حیرت افزا پہلو، مشمولہ: مجید امجد ایک مطالعہ، مرتبہ: حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۹۹۴ء، ص:۴۵۰

۱۰۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اُردو اصناف کی مختصر تاریخ، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸٦ء، ص:۴۲

۱۱۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، مرتبہ: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۴۴

۱۲۔ ایضاً، ص:۳

۱۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: اے ایچ پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص:۴۳۲

۱۴۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، سوچ کی بے حرف لو کا شاعر، مشمولہ: مجید امجد ایک مطالعہ، مرتبہ: حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۹۴ء، ص:۴۲۱

۱۵۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، مرتبہ: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۳۴۶

۱٦۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، مرتبہ: خواجہ محمد زکریا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص:۱۸۲

۱۷۔ رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، جدید اُردو شاعری غزل اور نظم کے تناظر میں، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۳ء، ص:۳۴۶

۱۸۔ عامر سہیل، سید، مجید امجد، بیاضِ آرزو بکف، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۵ء، ص:۷۵

☆......☆......☆